تعارف

القمر

نام : پہلی آیت میں القمر کا کلمہ ہے۔ یہی اس کا نام ہے۔ اس میں تین رکوع، پچپن آیتیں، تین سو بیالیس کلمے اور ایک ہزار چار سو تئیس حروف ہیں۔

نزول : اس کے نزول کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جب انشقاق قمر کا معجزہ رونما ہوا اور یہ معجزہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پانچ سال پہلے منیٰ کے میدان میں ظہور پذیر ہوا۔

مضامین : آئے روز وہ ایسے معجزات کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے جن کو دیکھنے کے بعد کوئی سلیم الطبع انسان حضور کی رسالت کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن عقل کے اندھے ان کو جادو کہہ کر ٹال دیا کرتے۔ آخر کار ایک شان کی فرمائش پر شق القمر کا معجزہ دکھایا گیا۔ مکہ کے سارے باشندے منیٰ کے کھلے میدان میں حاضر تھے۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات نے انگلی کا اشارہ کیا۔ اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ چاند کا کرہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوا کہ اس کا ایک حصہ پہاڑ کے اس طرف اور دوسرا دوسری طرف چلا گیا ہے۔ پھر وہ آناً فاناً جڑ گیا۔ کفار یہ دیکھ کر تصویر حیرت بن گئے ان کے پاس حضور کی رسالت کے انکار کا اب کوئی عذر باقی نہ رہا۔ اتنے میں ابوجہل بولا کہ بڑا زبردست جادوگر ہے اس کا جادو آسمان پر بھی اثر کرتا ہے۔

ان کے اس طرح انکار سے حقیقت تو مسخ نہیں کی جا سکتی۔ آخر انہوں نے اس چیز کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا کہ اتنا بڑا کرہ جو ان کی زمین سے کئی گنا بڑا ہے پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اگر یہ کرہ پھٹ سکتا ہے تو دوسرے کرے کیوں پھٹ نہیں سکتے۔ یہی تو قیامت ہے جس کا وہ انکار کیا کرتے ہیں۔ بتا دیا کہ ان کے انکار کی وجہ کوئی عقلی استحالہ نہیں بلکہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور کیونکہ ان کا عشرت پسند نفس یہ چاہتا ہے کہ قیامت کبھی نہ آئے اس لیے یہ قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ ان بدنصیبوں کو اس وقت ہوش آئے گا جب قیامت کے دن فرشتے ان کو ہانک کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جا رہے ہوں گے۔ اس کے بعد ان کے سامنے چند گزشتہ قوموں کے احوال بیان کیے گئے کہ کس طرح انہوں نے اللہ کے نبیوں کو جھٹلایا۔ ان کی دعوت کا مذاق اڑایا۔ اپنی ظاہری قوت کے باعث ظلم و تشدد اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن جب مہلت کی مقررہ مدت ختم ہو گئی تو عذاب خداوندی آیا اور ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

ہر قوم کے حالات ذکر کرنے کے بعد ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر کی آیت کو دہرایا گیا جس سے قارئین کو تنبیہ کی گئی کہ قرآن کوئی معموں کی کتاب نہیں جس کو سمجھنا ان کے بس سے باہر ہو۔ یہ تو ایک مکمل اور واضح کتاب ہے۔ جو شخص بھی خلوصِ نیت سے اس کو سمجھنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے لیے اس کو سمجھنا آسان ہوگا۔

گزشتہ قوموں کی بربادی کے قصے بیان کرنے کے بعد کفارِ مکہ کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ کیا تمہیں کوئی سرخاب کے پر لگے ہیں کہ تم جو کچھ کرتے رہو تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا؟ کیا تمہارے پاس اللہ کا لکھا ہوا کوئی وعدہ ہے کہ تم حرم خلیل میں اگر تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کرتے رہو گے تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اگر تمہیں اپنی جمعیت اور اپنے جنگ جو بہادروں کی قوت پر ناز ہے تو کان کھول کر سن لو کہ تم اور تمہارے لاکھ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

ہم نے تمہارے تمام اعمال کو لکھ رکھا ہے۔ روزِ محشر تم اپنی غلط کاریوں اور کرتوتوں کا انکار نہیں کر سکو گے۔

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۷۷-۴-۳۰

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ قمر کی ہے اس کی ۵۵ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔ — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا

قیامت قریب آگئی ہے ۱ اور چاند شق ہو گیا ۲ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں

۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو رحمت عالم نے فرمایا ما بقی من دنیاکم فیما مضی الا مثل ما بقی من هذا الیوم فیما مضی۔ یعنی دنیا کی مقررہ مدت میں سے اب اسی قدر وقت باقی ہے جتنا اس دن سے سورج غروب ہونے میں باقی ہے۔ یعنی کافی زمانہ گزر گیا اب وقوع قیامت میں تھوڑی مدت باقی رہ گئی ہے۔ حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا بعثت انا والساعة هکذا و اشار باصبعیه السبابة والوسطی۔ حضور نے اپنی دو انگلیوں سبابہ اور وسطی سے اشارہ کیا اور فرمایا میری بعثت اور قیامت یوں ملی ہوئی ہیں۔ اس آیت میں بھی یہی بتا دیا کہ قیامت برپا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے جو وقت متعین کیا ہے وہ اب قریب آلگا ہے۔ زیادہ عرصہ گزر چکا‘ اب تھوڑا وقت باقی ہے۔

۲ تم لوگ وقوع قیامت کا انکار کرتے ہو۔ تمہیں بڑا اچنبھا ہوتا ہے کہ کس طرح یہ سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ آسمان‘ پہاڑ‘ ستارے اتنی بڑی بڑی قوی ہیکل چیزیں کہاں جائیں گی۔ دیکھو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اگر چاند دو ٹکڑے ہو سکتا ہے تو باقی تمام چیزیں خواہ کتنی ہی بڑی ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بھی ٹوٹ پھوٹ سکتی ہیں۔

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرک اکٹھے ہو کر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیے۔ حضور نے فرمایا ان فعلت تؤمنون۔ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے ضرور۔ اس رات کو چودھویں تاریخ تھی۔ اللہ کے پیارے رسول نے اپنے رب سے عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے یا فلان یا فلان اشهدوا۔ اے فلاں اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اس بات پر گواہ رہنا۔ تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا هذا من سحر ابن ابی کبشة۔ یہ ابی کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے۔ اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں۔ ہم ان سے پوچھیں گے۔ اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔ جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے۔ سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بڑے جلیل القدر صحابہ نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ، انس، ابن مسعود، حذیفہ، جبیر ابن مطعم، ابن عمر، ابن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں والاحادیث الصحیحۃ فی الانشقاق کثیرۃ۔ یعنی شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نے انہیں متواتر بھی کہا ہے۔ شارح مواقف کی بھی یہی رائے ہے۔

امام تاج الدین سبکی ابن حاجب کی المختصر کی شرح میں لکھتے ہیں الصحیح عندی ان انشقاق القمر متواتر منصوص علیہ فی القرآن مروی فی الصحیحین وغیرھما من طرق شتی بحیث لا یمتری فی تواترہ (روح المعانی) علامہ سبکی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک انشقاق قمر متواتر ہے اور قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

بعض قصہ گوؤں نے اس واقعہ پر مضحکہ خیز اضافے کیے ہیں کہ چاند حضور کے گریبان میں داخل ہوا اور آستین سے نکل گیا۔ علماء نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ سراسر باطل ہے۔

کثیر التعداد صحیح احادیث کے باوجود بعض لوگ اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ وقوع قیامت کے وقت ظہور پذیر ہوگا۔ انشق اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن یہاں مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لغت عرب میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ ان کے انکار کی کئی وجوہات ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اس کی دھوم مچی ہوتی۔ اس زمانہ کے مورخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کرتے۔ علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار واقعہ نقل کرتے۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ یہ واقعہ رات کو ہوا تھا اس لیے جزیرہ عرب کے مغرب میں جو ممالک تھے وہاں اس وقت دن تھا لہٰذا وہاں تو دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز یہ واقعہ رات کو پیش آیا اور اچانک پیش آیا۔ لوگوں کو کیا خبر تھی کہ ایسا واقعہ رونما ہونے والا ہے تاکہ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتے۔ رات کو دنیا سو رہی ہوگی۔ کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا وقوع پذیر ہو گیا۔ اگر کوئی اس وقت جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے وہ کسی اور کام میں مشغول ہو اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو یا توجہ کی ہو اور اس نے دیکھا بھی ہو لیکن ان پڑھ ہو یا لکھا بھی ہو اور پھر ضائع ہو گیا۔ غرضیکہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعہ کو کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب خطبات مدراس میں لکھا ہے کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

بعض لوگ اس وجہ سے اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے اور وہ دونوں ٹکڑے اگر جڑ جائیں یہ ناممکن ہے۔ لیکن جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسے ناممکن کہنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کرہ کے اندر آتش فشاں مادہ ہو اور وہ اس طرح سے پھٹے کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں لیکن مرکز کی مقناطیسی قوت آتنی طاقت ور ہو کہ وہ ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کر دے۔ ہمیں ان تکلفات کی تب ضرورت پیش آتی جب خود بخود چاند کے پھٹنے کا واقعہ رونما ہوتا۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣

یہ بڑا زبردست جادو ہے ۳؎ اور انہوں نے جھٹلایا (رسول خدا کو) اور پیروی کرتے رہے اپنی خواہشات کی ۴؎ اور ہر کام کے لیے ایک انجام ہے ۵؎

نے اپنے محبوب کی رسالت کی تصدیق کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا تو اب کسی کو شک کی مجال نہیں رہتی کیونکہ جس خالق حکیم نے اس چاند کو بنایا ہے وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انشقاق قمر وقوع قیامت کے وقت ہوگا' قرآن کا سیاق وسباق ان کی اس توجیہہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ان یروا آیۃ والا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے انشقاق قمر دیکھا ——— اتنے عظیم الشان اور محیر العقول معجزہ کا مشاہدہ کیا ——— لیکن پھر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ یہ کلام اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ شق قمر ہو چکا ہو۔ واللہ علی کل شییٔ قدیر۔

۳؎ انہوں نے اس معجزہ کا خود مطالبہ کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ معجزہ انہیں دکھا دیا جائے تو وہ ضرور ایمان لائیں گے' لیکن جب یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا تو ان کو ایمان کی توفیق نہ ہوئی۔ الٹا کہنے لگے یہ ایک بڑا زبردست جادو ہے۔

مُستمر کے دو معنی بتائے گئے ہیں۔ قال ابو العالیہ والضحاک: محکم قوی شدید وھو من المرۃ وھی القوۃ۔ ابو العالیہ اور ضحاک کہتے ہیں کہ یہ مِرّۃ جس کا معنی قوت ہے' سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے مضبوط' طاقت ور۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ان کا جادو بڑا زور والا ہے۔ زمین پر ہی نہیں آسمانی چیزوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن قتادہ' مجاہد اور دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے ذاھب من قولھم مر الشییٔ واستمر اذا ذھب (قرطبی) اس کا معنی ہے گزر جانے والا۔ جب کوئی چیز آئے اور گزر جائے تو عرب کہتے ہیں مر الشییٔ واستمر۔

دوسری صورت میں اس جملہ کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ اپنے دوستوں کو تسلی دینے لگے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ پلک بھر شق قمر رہا پھر ٹھیک ہو گیا۔ یہ آنی فانی چیز تھی۔ لوگ اس کو جلدی بھول جائیں گے۔ ہمارے بتوں کی خدائی کو ایسے جادو سے کوئی خطرہ نہیں۔

۴؎ اس سے پتہ چلتا ہے جب تک انسان ہٹ دھرمی کی روش کو ترک نہ کرے' اتنا بڑا معجزہ بھی اس کی ہدایت کا سبب نہیں بن سکتا۔ ہدایت ایسی چیز نہیں جو بلا طلب کسی پر ٹھونس دی جائے۔ یہ تو متاع عزیز ہے' صرف اسی کو بخشی جاتی ہے جو اس کے حصول کے لیے بے تاب ہو۔

جب کفار ایمان لانے کے لیے تیار ہی نہ ہوئے تو انہیں نعمت ایمان سے آخر کیوں سرفراز کیا جاتا۔ انہوں نے تو دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ وہ کسی قیمت پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ عقل کا چراغ انہوں نے گل کر دیا تھا اور غور وتدبر کا دروازہ انہوں نے سختی سے بند کر دیا تھا۔ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جائے یہ سنت الٰہی کے خلاف ہے' اس لیے انہوں نے اس کے باوجود اللہ کے رسول کی تکذیب کی اور وحی کی روشن آیات کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل میں لگ گئے۔

۵؎ یعنی ہر کام کا کوئی نہ کوئی انجام ہے۔ جو ایمان لائے گا اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرے گا اس کا انجام یہ ہوگا کہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کا تاج اس کے سر پر سجا دیا جائے گا اور جس شخص نے کفر و نافرمانی کو اختیار کیا' نفس وشیطان کا غلام بے دام بنا رہا اس کا

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا

اور بے شک آچکی ہیں ان کے پاس (پہلی قوموں کی بربادی کی) اتنی خبریں جن میں بڑی عبرت ہے ؎ (وہ خبریں) سراسر حکمت ہیں پس ڈرانے والوں

تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾

نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا ؎ پس آپ رُخِ انور پھیر لیں ان سے۔ ایک روز بلائے گا (انہیں) بلانے والا ایک ناگوار چیز کی طرف ؎

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ

(خوف سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی ؎ قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے وہ پراگندہ ٹڈیاں

انجام یہ ہوگا اُولٰئک ھم الخاسرون کے زمرہ میں اسے داخل کر دیا جائے گا۔ علامہ قرطبی نے اس کا معنی کیا ہے ای لیستقر بکل عامل عملہ الخیر مستقر باھلہ فی الجنۃ والشر مستقر باھلہ فی النار۔ یعنی ہر عمل اپنے عامل کو کسی خاص ٹھکانے پر پہنچائے گا عمل خیر لوگوں کو جنت میں لے جائے گا اور عمل شر دوزخ میں۔

؎ ان کو راہِ راست پر لانے کی یہ پہلی کوشش نہیں۔ گزشتہ گمراہ قوموں کے عبرتناک انجام سے انہیں بار بار خبردار کیا گیا ہے۔ یہ واقعات اتنے اثر انگیز تھے کہ اگر ان کے کان حق نیوش ہوتے تو انہیں کسی مزید تنبیہ کی ضرورت نہ رہتی۔

مزدجر: ازدجر سے ہے۔ اس کا معنی ہے طردہ وصاح بہ۔ بلند آواز سے کسی کو کسی کام سے باز رکھنا اور جھڑکنا۔ یعنی یہ واقعات انہیں سختی سے منع کر رہے تھے کہ تم گمراہی کی یہ روش چھوڑ دو۔

؎ پہلی آیت میں جو ما ہے اس کا یہ بدل ہے۔ یعنی وہ چیزیں ان کو باز رکھنے والی بھی تھیں اور سراپا حکمت بھی تھیں۔ بدل من ما فاعل جاء او خبر لمبتدا ومحذوف ای ھو۔ یا ھو مبتدائے محذوف کی یہ خبر ہے۔

نذر، یا تو نذیر کی جمع ہے، یعنی آپ سے پہلے بھی کئی انبیاء تشریف لائے اور یا مصدر ہے اور اس کا معنی ڈرانا ہے۔

؎ اے حبیب! آپ ان کے ایمان نہ لانے سے غم زدہ نہ ہوں بلکہ ان سے اپنا رخِ انور ہی پھیر لیں۔ انہیں خوب رنگ رلیاں منانے دیں۔ وہ دن آنے والا ہے جب انہیں ایک بلانے والا ایسی چیز کی طرف بلائے گا جو انہیں از حد ناگوار ہوگی۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ الداعی اسرافیل علیہ السلام یقف علی صخرۃ بیت المقدس یقول ایتھا العظام النخرۃ والجلود الممزقۃ والاشعار المتقطعۃ ان اللہ یأمرکن ان تجمعن لفصل الخطاب۔ (مظہری) یعنی اسرافیل علیہ السلام بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے بوسیدہ ہڈیو! اے پھٹے ہوئے چمڑو! اے ٹوٹے ہوئے بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اکٹھے ہو جاؤ اور فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو جاؤ۔ نکر، فظیع خوفناک یعنی قیامت کا دن۔

؎ لفظ خشع کی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور لکھتے ہیں خشع واختشع وتخشع، رمی ببصرہ نحو الارض

مُّنۡتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهۡطِعِيۡنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوۡلُ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا يَوۡمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

ہیں۔ ڈرتے ڈرتے بھاگے جارہے ہوں گے بلانے والے کی طرف ۱۰؎ کافر کہتے ہوں گے یہ بڑا سخت دن ہے ۱۱؎

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ فَكَذَّبُوۡا عَبۡدَنَا وَقَالُوۡا مَجۡنُوۡنٌ وَّازۡدُجِرَ ﴿۹﴾

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے یعنی انہوں نے جھٹلایا ہمارے بندے کو اور کہا یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑکا بھی گیا ۱۲؎

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحۡنَاۤ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ

آخر کار آپ نے دعا مانگی اپنے رب سے کہ میں عاجز آگیا ہوں پس تو ان سے بدلہ لے ۱۳؎ پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلادھار بارش

وغضه وخفض صوته۔ نگاہ زمین میں گاڑ لینا، آنکھیں بند کر لینا اور آواز کا آہستہ ہو جانا۔ خُشَّعًا جمع ہے۔ اس کا واحد خاشع ہے۔ یخرجون میں ھم ضمیر کا حال ہے اس لیے منصوب ہے۔

۱۰؎ ابن منظور لکھتے ہیں هطع واهطع۔ اقبل مسرعا خائفا لا یکون الا مع خوف (لسان العرب) یعنی ڈرتے ہوئے تیزی سے کسی کی طرف جانا۔ هطع اس تیزی کو کہتے ہیں جس میں خوف بھی پایا جاتا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ جب بلانے والا انہیں بلائے گا تو ان کی مجال نہیں ہوگی کہ اس پکار پر سستی برتیں بلکہ سینوں میں دل خوف سے دھڑک رہے ہوں گے پھر بھی کشاں کشاں دوڑتے چلے جارہے ہوں گے۔ ان آیات میں ان کے قبروں سے نکلنے اور وہاں سے بھاگنے کی منظر کشی کی جارہی ہے۔ یعنی جب وہ قبروں سے باہر نکلیں گے تو شرم سے آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ ترساں و لرزاں بھاگتے ہوئے بلانے والے کی طرف جارہے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا جیسے ٹڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر ایک متعین سمت میں اڑا چلا جارہا ہے۔

۱۱؎ اس وقت کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا خوفناک اور ہولناک ہے۔ عَسِر: ای یوم شدید الهول عبوس قمطریر۔ لیکن اس روز قیامت کے دن کے بارے میں ان کا یہ کہنا بے سود ہوگا۔ اے کفار مکہ! وہ سخت دن آئے گا اور ضرور آئے گا۔ اس دن سر پیٹنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ آج ہی چشم ہوش وا کرو۔ آج ہی میرے رسول کا دامن پکڑ لو۔

۱۲؎ یہاں سے چند گزشتہ قوموں کے عبرتناک انجام کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ ان کے مفصل حالات مختلف مقامات پر پہلے گزر چکے ہیں۔ تفصیلات کے لیے ادھر رجوع کیا جائے۔ یہاں فقط مشکل کلمات کی تشریح یا کوئی نئی چیز مذکور ہوئی ہے تو اس کی وضاحت پر اکتفا کیا جائے گا۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی قوم کو کفر و شرک اور بدکاریوں سے روکا تو ان کم بختوں نے صرف ان کو جھٹلایا ہی نہیں، صرف انہیں دیوانہ ہی نہیں کہا بلکہ ان کو بری طرح جھڑکتے اور دھمکیاں بھی دیتے تھے کہ اگر تم نے اپنے وعظوں کا سلسلہ بند نہ کیا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ ازدجر: ای انتهروه وزجروه وتواعدوه لئن لم تنته یا نوح لتكونن من المرجومين۔ انہوں نے انہیں سختی سے جھڑکا اور دھمکی دی کہ اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں رجم کر دیا جائے گا۔

۱۳؎ نو سو سال سے زیادہ عرصہ آپ ان کو وعظ و نصیحت کرتے رہے لیکن ان کی حالت اور بگڑتی گئی اور ان کی سرشت

مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ

کے ساتھ ۱۲؎ اور جاری کر دیا ہم نے زمین سے چشموں کو پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد کے لیے جو پہلے مقرر ہو چکا

قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً

تھا ۱۳؎ اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر ۱۴؎ وہ بہتی جا رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے ۱۵؎

لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ

(یہ طوفان) بدلہ تھا اس (نبی) کا جس کا انکار کیا گیا تھا اور ہم نے باقی رکھا اس (قصہ) کو (عبرت کی) نشانی پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا ۱٦؎ سو کیسا (خوفناک)

كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱٦﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

تھا میرا عذاب اور (کتنے سچے تھے) میرے ڈراوے۔ اور بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول

اور زیادہ بری ہوتی گئی تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، الٰہی! میں مغلوب اور بے بس ہوں، تو میری مدد فرما یا تو میرا انتقام لے۔

۱۲؎ منهمر: المنصب المتدفق۔ موسلادھار اور بڑی قوت سے پانی گرنے لگا۔ زمین کی تہ میں جو پانی کے سمندر رواں تھے انہیں حکم ملا وہ جگہ جگہ سے چشموں کی طرح بہ نکلے۔

۱۳؎ ادھر زمین اپنے پانی کے ذخائر کو انڈیل رہی تھی ادھر آسمان سے پانی کا سیلاب اُمڈا آرہا تھا۔ دونوں پانی یکجا ہوئے تو سارا علاقہ زیر آب آگیا۔ اونچے اونچے مکانات، بلند ٹیلے بلکہ پہاڑ بھی غرقاب ہو گئے اور اس مجرم قوم کو تباہ کرنے کا جو فیصلہ کیا گیا تھا وہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

۱۴؎ نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق لکڑی کے لمبے لمبے تختے چیر کر اور انہیں بڑے بڑے کیلوں اور مضبوط میخوں سے جوڑ کر جو کشتی تیار کی تھی اس میں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو گئے۔

اَلْوَاح جمع ہے لوح کی، لکڑی کے تختے۔ دُسُر: اس کا واحد دسار ہے۔ اس کا معنی المسمار یعنی میخ یا کیل ہے۔

۱۵؎ بے شک کشتی بڑی مضبوط تھی لیکن طوفان بڑا شدید تھا اور اس میں اٹھنے والی لہریں بڑی خطرناک تھیں۔ کشتی کا ان کی زد سے بچ نکلنا آسان نہ تھا۔ فرمایا کشتی ہماری حفاظت میں چل رہی تھی۔ ہم خود اس کی نگہبانی فرما رہے تھے۔ اس لیے اسے کوئی خطرہ نہ تھا۔ وہ سلامتی سے ان طوفانی موجوں میں خراماں خراماں تیرتی چلی جا رہی تھی۔

۱٦؎ ہم نے اس طوفان کی یاد کو تازہ رکھا۔ لوگ نسلاً بعد نسلٍ ایک دوسرے کو بتاتے گئے۔ واقعہ نگاروں نے اسے اپنی کتابوں میں تحریر کیا تاکہ آنے والے لوگ اس کو سن کر نصیحت قبول کریں۔ ترکناھا کی ضمیر واقعہ کی طرف ہے۔ یرید ھذہ الفعلة

مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا

کرنے والا؟ قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا پھر کیسا (خوفناک) تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے۔ ہم نے ان

عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ

پر تند و تیز آندھی بھیجی ایک دائمی نحوست کے دن میں ۲۰ وہ اکھاڑ کر پھینک دیتی لوگوں

كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَ

کو گویا وہ ٹنڈ ہیں اکھڑی ہوئی کھجور کے۔ پس کیسا (سخت) تھا میرا عذاب اور (دیکھنے) کے تھے میرے ڈراوے۔

عبرة۔ (قرطبی) بعض علماء نے اس ضمیر کا مرجع کشتی کو بتایا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں ابقاها الله بباقردى من ارض الجزيرة عبرة وآية۔ اللہ تعالیٰ نے اسے باقی رکھا اور وہ سرزمین جزیرہ کے باقردی گاؤں میں ہزاروں سال پڑی رہی یہاں تک کہ جب مسلمانوں نے اس علاقہ کو فتح کیا اس وقت بھی اس کے آثار باقی تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآن ایک آسان سی کتاب ہے۔ ہر کوئی اس کے اسرار و رموز تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ قرآن آسان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نصیحت قبول کرنے اور ہدایت پانے کے لیے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہے ہم اس کے لیے اس کتاب مقدس کو آسان کر دیتے ہیں۔ اس کی فہم کو نور فراست سے روشن کر دیتے ہیں۔ اس کے ذہن کو جلا اور اس کے فکر کو بالغ نظری بخش دیتے ہیں۔ عروس معنی الفاظ کا نقاب خود اٹھا دیتی ہے۔ لیکن جو ہدایت پذیری کے لیے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس کو صحیح سمجھ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ وہ مسخ شدہ کر دہ جاتا ہے اور قرآن کے الفاظ اس سے گفتگو ہی نہیں کرتے۔ اس کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ سمجھانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی جائے۔ قاتل کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ اس وقت وہ سمجھ جاتا ہے کہ اس نے برا کام کیا تھا۔ اسی کی سزا میں آج اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا جا رہا ہے۔ سمجھ تو انسان اس طرح جاتا ہے اور خوب سمجھ جاتا ہے لیکن سمجھنے اور سمجھانے کا یہ انداز بڑا سخت اور تلخ ہے اور سمجھنے والے کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ سمجھانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے جو قرآن نے اختیار کیا ہے۔ وہ لوگ جو گمراہ ہیں اور نافرمانیوں میں اپنی عمر برباد کر رہے ہیں ان کے سامنے بڑے موثر پیرائے میں اس فعل بد پر مرتب ہونے والے المناک نتائج سے اس گم کردہ راہ کو قبل از وقت آگاہ کر دیا جائے اور اس کے سامنے ایسے واقعات کے ڈھیر لگا دیئے جائیں جن سے اسے یقین ہو جائے کہ اگر وہ اپنے کرتوتوں سے باز نہ آیا تو اس کا بھی یہی حال ہوگا۔ ہر شخص خود فیصلہ کرے کہ قرآن کا انداز افہام و تفہیم آسان ہے یا عذاب کے شکنجہ میں جکڑے جانے کے بعد کسی کی آنکھ کھل جائے تو یہ آسان ہے۔

۲۰ قوم عاد نے اپنے نبی کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ آخر کار ان پر تیز جھکڑ کا عذاب بھیجا گیا۔ ہوا کے بے رحم جھونکے انہیں اٹھاتے اور اٹھا کر انہیں زمین پر پٹخ دیتے۔ ان کے لاشے تڑپتے جا بجا ہر طرف لاشے دکھائی دیتے گویا کہ یہ کسی کھجور کے ٹنڈ ہیں جنہیں کسی تیز آندھی نے جڑ سے

لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾

بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ

پھر وہ کہنے لگے کیا ایک انسان جو ہم میں سے ہے (اور) اکیلا ہے ہم اس کی پیروی کریں پھر تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کیا اتاری گئی

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ

ہے وحی اس پر ہم سب میں سے (یہ کیونکر ممکن ہے) بلکہ وہ بڑا جھوٹا شیخی باز ہے۔ کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا

الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

جھوٹا، شیخی باز ہے۔ ہم بھیج رہے ہیں ایک اونٹنی ان کی آزمائش کے لیے پس (اے صالح!) ان کے انجام کا انتظار کرو

وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾

اور صبر کرو۔ اور انہیں آگاہ کر دیجیے کہ پانی تقسیم کر دیا گیا ہے ان کے درمیان۔ سب اپنی اپنی باری پر حاضر ہوں ۲۱

اکھاڑتا ہے اور زمین پر دے مارتا ہے۔

فی یوم نحس مستمر۔ علامہ سید محمود آلوسی نے یہاں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ بہت سی ایسی روایات اور اقوال نقل کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں دن مبارک ہے اور فلاں دن منحوس۔ فلاں دن یہ کام کرنا چاہیے اور فلاں دن یہ کام۔ آخر میں فرماتے ہیں اس قسم کی تمام روایات صحیح سند سے ثابت نہیں بلکہ بعض تو بالکل ساقط الاعتبار اور موضوع ہیں۔ ان کا آخری جملہ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ وقصاری ما اقول ما شاء الله كان وما لم يشاء لم يكن ولا دخل في ذلك لوقت ولا لغيره۔ یعنی المختصر حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ وقت کو یا کسی اور چیز کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ پھر فرماتے ہیں نعم لبعض الاوقات شرف لا ينكر كيوم الجمعة وشهر رمضان وغير ذلك (روح المعانی) ہاں بعض اوقات برکت اور شرف والے ہوتے ہیں جیسے جمعہ کا دن یا رمضان کا مہینہ۔

۲۱ یہاں سے قوم ثمود کی بد باطنی کا ذکر ہو رہا ہے۔ جب صالح علیہ السلام نے انہیں آکر توحید کی دعوت دی تو وہ آپے سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے اگر ہم اس کی بات کو مان لیں پھر تو ہم راہ راست سے بھٹک جائیں گے اور اردگرد کے قبائل ہمیں دیوانہ اور احمق کہیں گے۔ ایک تو یہ ہماری طرح بشر ہے پھر ہماری قوم کا ایک فرد ہے اور اس کے ساتھ کوئی جتھہ بھی نہیں۔ ایسے شخص کو نبی مان لینا پڑے

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾

پس ثمودیوں نے بلایا اپنے ایک ساتھی (قدار) کو پس اس نے وار کیا اور (اونٹنی کی) کونچیں کاٹ دیں پھر معلوم ہے کیسا تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾

ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ پھر وہ اس طرح ہو کر رہ گئے جیسے روندی ہوئی خاردار باڑھ۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ

بے شک ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ قوم لوط نے بھی جھٹلایا تھا

بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾

پیغمبروں کو۔ ہم نے بھیجی ان پر پتھر برسانے والی ہوا سوائے لوط کے گھرانے کے۔ ہم نے ان کو بچا لیا سحری کے وقت۔

نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ أَنذَرَهُم

یہ خاص مہربانی تھی ہماری طرف سے۔ اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں جو شکر کرتا ہے۔ اور بے شک ڈرایا تھا انہیں (لوط علیہ السلام) نے ہماری گرفت

بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا

سے پس جھگڑنے لگے ان کے ڈرانے کے بارے میں ۲۴ اور انہوں نے پھسلانا چاہا لوط کو اپنے مہمانوں سے تو ہم نے میٹ دیا ان کی آنکھوں کو

درجہ کی گمراہی اور نادانی ہے۔ سُعُر کا معنی جنون ہے (لسان العرب) ان گستاخوں نے آپ پر ایمان لانے سے ہی انکار نہیں کیا بلکہ بدزبانی کی حد کر دی۔ کہنے لگے یہ کذّاب اشر ہے۔ کذّاب مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے بڑا جھوٹا، پرلے درجہ کا جھوٹا۔ اَشِر: بطر، وہ شخص جو ایسے کمال کا دعویٰ کرے جو اس میں نہ پایا جائے۔ جو بغیر استحقاق کے بڑا بننے کی کوشش کرے۔

شِرب: پانی کی باری۔ فتعاطی: تناول کسی کام کو کرنا۔ عقر: کونچیں کاٹ ڈالنا۔ المحتظر: ریوڑ کے لیے خاردار ڈھنگروں سے جو باڑہ بنایا جاتا ہے اسے عربی میں حظیرہ کہتے ہیں اور باڑہ بنانے والے کو المحتظر کہتے ہیں۔ ریگستان کی بادِ گرم سے جب ڈھنگر بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں تو ان چورہ شدہ ڈھنگروں کو ہشیم کہتے ہیں۔ ہشیم المحتظر فرما کر یہ بتایا کہ جب خوفناک کڑک ہوئی اور وہ بے سدھ ہو کر زمین پر گر پڑے تو ان کی یہی حالت تھی جیسے کسی باڑے کے چورا چورا ہونے والے ڈھنگر ہوں۔

سورہ اعراف اور سورہ ہود میں یہ واقعہ بالتفصیل گزر چکا ہے۔ ضیاء القرآن جلد دوم ملاحظہ فرمائیے۔

۲۴ تمارَوا: جھگڑا کرنا اور شک کرنا، دونوں معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ رَاوَدُوا: بہلانا پھسلانا۔ فطمسنا: طمس کہتے ہیں کسی چیز کا

أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ

تو اب چکھو اے بے حیاؤ! میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ۔ پس صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب

مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

نازل ہوا۔ تو اب چکھو میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ۔ اور بے شک ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے

فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا ع ٢ ١٨ ٩

پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ اور آئے آل فرعون کے پاس ڈرانے والے ٢٣ انہوں نے جھٹلایا ہماری ساری آیتوں کو

فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم

پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا جیسے کوئی زبردست قوت والا پکڑتا ہے۔ کیا تمہاری قوم کے کفار بہتر ہیں ان سے یا تمہارے لیے

بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ

معافی لکھ دی گئی ہے آسمانی نوشتوں میں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب ہی رہے گی۔ عنقریب پسپا ہوگی

الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ

یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ٢٤ بلکہ ان کے وعدہ کا وقت (روزِ) قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک

نام و نشان مٹا دینا۔ جب ان کی قوم کو پتہ چلا کہ چند خوش شکل نوجوان لوط علیہ السلام کے پاس آئے ہیں تو دندناتے ہوئے آ دھمکے پہلے محبت و پیار سے ان کو قائل کرنا چاہا کہ وہ ان نوجوانوں کو ان کے حوالے کر دیں۔ بعد میں ہاتھا پائی پر اتر آئے تو ان کی آنکھوں کو سلب کر لیا گیا یا جبرائیل نے پر مارا اور ان کی آنکھوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ سارا چہرہ سپاٹ ہو گیا گویا یہاں کبھی کوئی آنکھ تھی ہی نہیں۔

لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تفصیلی تذکرہ ضیاء القرآن جلد اول اور دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔

٢٣ یہی حال فرعون اور اس کی قوم کا بھی ہوا۔

٢٤ اے اہل عرب! تم سے پہلے جن قوموں نے انبیاء کی تکذیب کی ان کے ساتھ گستاخانہ سلوک کیا ان قوموں کو جس انجام بد سے دوچار ہونا پڑا وہ تم سن چکے ہو۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسے آثار نظر نہیں آ رہے کہ تم اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو رہے ہو۔ کیا تم اس گھمنڈ میں ہو کہ تم کچھ بھی کرتے رہو تم سے باز پرس نہیں ہوگی۔ تمہاری اس خام خیالی کی آخر کیا وجہ ہے۔ کیا تمہارے کافر پہلے کافروں سے بہتر ہیں؟ ان کا لحاظ

وَ اَمَرُّ ﴿٤٦﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي

اور تلخ ہے۔ بے شک مجرم گمراہی اور پاگل پن کا شکار ہیں۔ اس روز انہیں گھسیٹا جائے گا

النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ

آگ میں منہ کے بل (انہیں کہا جائے گا) چکھو اب آگ میں جلنے کا مزہ۔ ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ایک

بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَ مَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ

اندازے سے۔ اور نہیں ہوتا ہمارا حکم مگر ایک بار جو آنکھ جھپکنے میں واقع ہو جاتا ہے ۲۵ اور بے شک ہم نے ہلاک کر دیا

اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَ

جو تمہارے ہم مشرب تھے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے ان کے نامۂ اعمال میں درج ہے۔ اور

کیا جانے گا یا تم نے کسی آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے عرب کے کفار کچھ بھی کرتے رہیں ہم انہیں کچھ بھی نہیں کہیں گے یا تم اس زعم میں ہو کہ تم بڑے جنگجو اور بہادر ہو۔ تمہاری جمعیت اور نفری بہت زیادہ ہے۔ پہلی قومیں بزدل اور کمزور تھیں اس لیے خدا کے غضب نے انہیں آکر دبوچ لیا اور تمہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب کچھ گزند نہیں پہنچا سکتا۔ یہ تینوں باتیں سراسر غلط ہیں۔ عنقریب جب اسلام کے شیروں سے تمہارا مقابلہ ہوگا تمہارے لشکر کو بڑی عبرت ناک شکست ہوگی اور تم وہاں سے دُم دبا کر بھاگ نکلو گے۔ چنانچہ بدر کے میدان میں یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی۔

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں سمجھ نہ سکا کہ وہ کونسا لشکر ہے جو پسپا ہو کر بھاگے گا لیکن جب روز بدر میں نے حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کو زرہ زیب تن فرمائے ہوئے دیکھا اور اپنے رب سے یہ التجا کرتے سنا اللهم ان قريشا جاءتك تحادك وتحاد رسولك بفخرها وخيلائها فاهلكهم الغداة ثم قال سيهزم الجمع ويولون الدبر فعرفت تاويلها۔ یا اللہ یہ قریش ہیں تجھ سے اور تیرے رسول سے مقابلہ کرنے کے لیے بڑے فخر و غرور سے آئے ہیں۔ الٰہی کل انہیں ہلاک کر دے۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی سيهزم الجمع ويولون الدبر۔ اس وقت مجھے اس آیت کا مصداق معلوم ہوا۔ (قرطبی)

۲۵ ہم ایک بار ہی حکم دیں گے اور چشم زدن میں اس کی تعمیل ہو جائے گی۔ لمح کہتے ہیں تیزی سے دیکھنا النظر بالعجلة۔ اشیاعکم، قرطبی لکھتے ہیں اشباهكم فی الكفر من الامم الخالية۔ یعنی گزری ہوئی امتوں میں سے جو عقیدہ اور عمل میں تمہاری مثل تھے۔ مستطر: مکتوب۔

وقف لازم